فارغ بخاری کی شخصی مرقّع کشی

ڈاکٹر طارق ہاشمی

Abstract:

Farigh Bukhari was a prominent poet, prose writer and critic.he was very much affiliated with progressive writer's movement of sub-continent.his poetry and other creative works reflect his ideology and affiliation with menifesto of progressive movement.he wrote very fine sketches of contemporary writers in which he painted not only the image of their outer personality but also presented very creatively their ideological thinkings.these sketches are published with title of "ALBUM".farigh bukhari gained much popularity owing to these sketches and his readers are great admirer.

خاکہ نگاری کے ذریعے شخصی مرقّع کشی ہمارے بعض اہلِ قلم کا ایک مفید مشغلہ رہا ہے۔ تخلیقی عمل کے ساتھ ساتھ وہ شخصیات جو کسی نہ کسی طور پہ مرکزِ نگاہ بن جاتی ہیں ان پہ ایک سوانحی مضمون (جس میں شخصیت و سیرت اور مشاغل کا جائزہ بھی شامل ہوتا ہے) لکھنا ایک قلمی وطیرہ رہا ہے۔

قدیم تذکروں خصوصاً ’’آبِ حیات‘‘ میں بعض شاعروں کے قلمی مرقعوں سے قطع نظر فرحت اللہ بیگ کا مضمون ’’نذیر احمد کی کہانی، کچھ ان کی کچھ میری زبانی‘‘ اردو کا پہلا خاکہ قرار دیا جاتا ہے۔ اس کے بعد مولوی عبدالحق، رشید احمد صدیقی، سعادت حسن منٹو، شوکت تھانوی، شاہد احمد دہلوی، ممتاز مفتی، خواجہ احمد عباس، احمد بشیر، اشرف صبوحی، مالک رام، حمید اختر اور محمد طفیل نے عمدہ خاکے لکھے ہیں۔

خاکہ نگاری کے لیے ضروری ہے کہ وہ اس شخصیت کی کہ جس کا خاکہ لکھا جا رہا ہو، ایک درست مختصر سوانحی تصویر پیش کرے لیکن بعض خاکوں کو پڑھ کر سودا کا یہ شعر بے اختیار زبان پہ آتا ہے کہ:

سوؔدا جو ترا حال ہے اتنا تو نہیں وہ
کیا جانیے تو نے اسے کس آن میں دیکھا

خاکہ نگار کے لیے یہ ضروری نہیں کہ وہ کسی شخصیت کے سوانحِ حیات کو زمانی ترتیب سے پیش کرے بلکہ:

> ''ایسی ترتیب لگائی جاتی ہے جو موضوعِ خاکہ کی تصویر کو روشن کرنے اور مطلوبہ تاثر کو گہرا کرنے میں معاون ثابت ہو۔'' (۱)

انیسویں صدی میں اردو ادب کے سلسلے میں متعدد ادبی بدعتیں ہوئیں، جن کا سلسلہ بیسویں صدی میں بہت سے مغالطوں تک پھیلا ہوا ہے۔ خاکہ نگاری کا بطور صنفِ ادب شمار ہونا بھی اس صورتِ حال سے باہر نہیں۔ اس مغالطے کی اشاعت میں ہمارے تدریسی اداروں کا ''اجتہاد'' بھی شامل ہے۔

شاعروں اور ادیبوں پر لکھے گئے خاکوں میں چونکہ ان کی زندگیوں کے دلچسپ پہلوؤں پر بھی لکھا گیا اور بعض مخفی گوشوں سے نقاب کشائی بھی کی گئی۔ لہٰذا ان تحریروں میں ایک چٹ پٹا پن بھی پیدا ہوا۔ اس کے ساتھ ساتھ اس صنف میں اہلِ قلم کے باہمی تعلقات کا معاملہ بھی پایا جاتا ہے۔ نتیجتاً خاکہ نگاری کو ادیبوں کے مابین بھی مقبولیت حاصل ہوئی اور اس کے پڑھنے والوں میں دلچسپی پیدا ہوئی اور وقت کے ساتھ ساتھ خاکے لکھنے کا عمل بہت مقبول ہوتا گیا۔

خاکہ نگاری کی مقبولیت نے بعض تنقید نگاروں کو بھی اپنی جانب کھینچا چنانچہ انھوں نے خاکہ نگاری کے فن پر لکھنا شروع کیا اور اسے ایک ادبی صنف کا درجہ دیتے ہوئے یہاں تک لکھ دیا گیا کہ ''خاکہ نگاری نثر میں غزل کے فن کی طرح ہے۔''

ڈاکٹر بشیر سیفی کی کتاب ''خاکہ نگاری، فن و تنقید'' خاکہ نگاری کے فن کو اور ارتقائی عمل کو سمجھنے میں بہت اہم ہے۔

خاکوں کو مرتب کرنے کے سلسلے میں پہلا کام ''نقوش۔ شخصیات نمبر'' ہے۔ اس سلسلے میں دو اہم انتخاب بھی قابلِ ذکر ہیں۔ پہلا انتخاب ''چند تصویرِ بتاں'' کے نام سے شمیم احمد نے کیا ہے۔ جب کہ دوسرا ''دہلی میں اردو خاکہ'' کے عنوان سے شمیم حنفی نے کیا ہے۔ حال ہی میں ایک عمدہ انتخاب مبین مرزا نے ''اردو کے بہترین شخصی خاکے'' کیا ہے جو تین جلدوں میں ہے اور اس میں مختلف شخصیات کے لکھے گئے ستر (۷۰) خاکے انتخاب کیے گئے ہیں۔

فارغ بخاری نے جہاں اردو ادب کے مختلف گوشوں میں اپنی حیثیت کو نمایاں طور پر شمار کروایا ہے وہاں خاکہ نگاری کے سلسلے میں بھی اپنی صلاحیتوں کا اعتراف برصغیر پاک و ہند کے اردو داں طبقے سے کرایا ہے بلکہ تحریر کے اس میدان میں ادبیاتِ سرحد کی ایک پہچان بن گئے ہیں اور آج اس فن پر جو ناقد بھی قلم اٹھاتا ہے تو وہ فارغ بخاری کو نظر انداز نہیں کر سکتا اور اگر کوئی سہواً یا عملاً ایسا کرتا ہے تو اس کے ہاں ایک تجزیاتی خلا نمایاں دکھائی دیتا ہے۔

فارغ بخاری کے خاکوں کے دو مجموعے شائع ہوئے ہیں پہلے مجموعے کا نام ''البم'' رکھا گیا جو ۱۹۷۸ء میں شائع ہوا جب کہ دوسرے مجموعے کو پہلے مجموعے کی نسبت سے ''دوسرا البم'' کا عنوان دیا گیا۔ یہ مجموعہ ۱۹۸۲ء میں اشاعت پذیر ہوا۔ شنید یہ ہے کہ وہ آخری زمانے میں البم کے تیسرے مجموعے پر کام کر رہے تھے لیکن اسے مکمل نہ کر

سکے۔اس مجموعے کے چند خاکے انھوں نے بطور تبرک ڈاکٹر صابر کلوروی کو دے دیے تھے مگر وہ تا حال اشاعت پذیر نہیں ہو سکے۔

البم اول میں ۲۱ خاکے ہیں اور جن شخصیات کی مرقع کشی کی گئی ہے ان میں صنوبر کاکا، امیر حمزہ شنواری، پطرس بخاری، سعادت حسن منٹو، فیض احمد فیض، احمد ندیم قاسمی، ضیا جعفری، مرزا ادیب، سجاد ظہیر، رضا ہمدانی، احمد فراز، کشور ناہید، محمد طفیل، شوکت واسطی، خاطر غزنوی، زیتون بانو، عتیق انور، انور خواجہ، بشیر موجد، قتیل شفائی اور شاد امرت سری شامل ہیں۔

دوسرا البم میں ۱۹ خاکے ہیں اور جو شخصیات مرکز نگاہ بنی ہیں ان میں صادقین، سمندر خان سمندر، ایوب صابر، صہبا لکھنوی، جمیل ملک، احمد ظفر، جوش ملیح آبادی، عزیز اختر وارثی، مقصود زاہدی، محسن احسان، ساحر لدھیانوی، رحیم گل، مسعود انور شفقی، پریشان خٹک، عبدالحمید عدم، کرشن چندر، یونس احمر، ابن انشا اور فہمیدہ اختر شامل ہیں۔

مذکورہ بالا فہرست پر غور کیا جائے تو اگرچہ سیاست اور فنون لطیفہ کے مختلف شعبوں سے وابستہ شخصیات نمایاں ہیں تاہم دو طرح کے شخصیتوں کا غلبہ واضح ہے۔

1) ترقی پسند دانشور اور اہلِ قلم

2) صوبہ سرحد کے شاعر و ادیب

اس سے قبل کہ "البم" اور "دوسرا البم" کے خاکوں پر بات کی جائے یہ امر قابل لحاظ ہے کہ فارغ بخاری کی خاکہ نگاری محض ان دو کتابوں تک محدود نہیں بلکہ ان کی آپ بیتی "مسافتیں" میں بھی بعض خاکے یا خاکوں کے عناصر پائے جاتے ہیں اور "ادبیات سرحد" میں صوبہ سرحد کے شاعروں، ادیبوں کے مختصر خاکے پائے جاتے ہیں۔ اپنے ایک کوائف نامے میں فارغ نے ادبیات سرحد کو Life sketches of urdu writers of frontier قرار دیا ہے۔

مسافتیں میں جن شخصیتوں کے طویل یا مختصر خاکے دیکھے جا سکتے ہیں ان میں رعنا کاظمی، دلاور شاہ، رضا ہمدانی، صنوبر کاکا، ایوب زرگر، بھولا بھنگی، غنی جمعدار، حسو پنساری، ابا بو درزی، کاکا حلیم والا، عطو بھگاری اور عبدالرشید داستان گو شامل ہیں۔

خاکہ، سوانح عمری نہیں ہوتا لیکن سوانح عمری سے کسی اعتبار سے مختلف بھی نہیں ہوتا کہ خاکے میں موضوع خاکہ کی سیرت و شخصیت کے نمایاں پہلوؤں کو اجاگر کیے بغیر اس کی تعمیر ممکن نہیں۔ چنانچہ خاکہ نگار کے لیے ضروری ہے کہ وہ موضوع خاکہ کی زندگی کے ایسے واقعات کا انتخاب کرے جو زندگی کے بیشتر یا تمام پہلوؤں پر حاوی ہوں۔ فارغ بخاری نے اس سلسلے میں ایک با شعور اور ہنر کار خاکہ نگار ہونے کا ثبوت دیا ہے اور ایسے اہم واقعات بڑے قرینے سے بیان کیے ہیں جن سے شخصیات کے مزاج، رجحانات اور ترجیحات کا اندازہ ہوتا ہے۔ فیض احمد فیض پر لکھا ہوا ایک واقعہ انھوں نے لکھا ہے جو ان کے کردار کا آئینہ دار ہے:

"ایک اور واقعہ جو فیض کے آہنی کردار کا آئینہ دار ہے، خاصا دلچسپ ہے۔ لاہور میں ترقی پسند

> مصنفین کی پہلی کانفرنس ہورہی تھی۔ سٹیج پر پانچ صوبوں کی صدارتی کرسیوں میں سے ایک کرسی پر میں بھی فیض کے برابر بیٹھا تھا، کارروائی ختم ہونے والی تھی کہ شورش کاشمیری مرحوم غنڈوں کا جلوس لے کر جلسے کو درہم برہم کرنے کے لیے آپہنچا، وہ پنڈال کے باہر اشتعال انگیز نعرے لگا رہے تھے اور دھمکیاں دے رہے تھے۔انھوں نے پنڈال میں داخل ہوکر حملہ کرنے کی کوشش بھی کی لیکن رضا کاروں نے مزاحمت کر کے انھیں روک دیا۔تھوڑی دیر میں کانفرنس ختم ہوگئی۔ باہر مظاہرین کے شور سے کان پڑی آواز سنائی نہ دیتی تھی دوسرے دوستوں کی طرح ہم بھی ہراساں تھے کہ باہر نکلے تو کہیں تصادم نہ ہوجائے۔ میں نے فیض کی طرف دیکھا وہ ہمیشہ کی طرح خاموش کھڑا سگریٹ پھونک رہا تھا اس کا چہرہ کسی قسم کے جذبات سے بالکل عاری تھا جیسے اس کے نزدیک یہ کوئی خاص بات ہی نہ ہو۔اتنے میں ظہیر کاشمیری گھبرایا ہوا آیا اس کی ٹانگیں بری طرح کانپ رہی تھیں چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں اور رنگ زرد پڑ گیا تھا، اس نے فیض کی منت کی کہ مجھے اپنے ساتھ موٹر میں لے جایئے ورنہ میں مارا جاؤں گا، فیض نے مسکرا کر کہامیرے ساتھ بچے ہیں لیکن خیر کوئی بات نہیں تمھیں لے جاؤں گا، ڈرنے کی ضرورت نہیں،اطمینان رکھو۔"(۲)

شاعروں، ادیبوں کی زندگی میں واقعات کے ساتھ ساتھ لطائف بھی دلچسپی کے حامل ہوتے ہیں۔قدیم تذکرہ نگاروں نے بھی اہل قلم کے ذکر میں ان لطائف کونظر انداز نہیں کیا۔ یہ لطائف ان کی دلچسپ شخصیت کے آئینہ دار ہوتے ہیں۔اس کے علاوہ ان کے باطن میں اہلِ قلم کی داخلی معصومیت بھی نمایاں ہوتی ہے۔شاعروں کے مابین ان کے باہمی تعلقات کا اظہار بھی ہوتے ہیں۔ان لطائف میں شاعروں ادیبوں کی بہار افزا دلچسپیاں بھی شامل ہوتی ہیں اور بعض لطائف ایسے بھی ہوتے ہیں جو شاعر ادیب اپنی نجی محفلوں خصوصاً مشاعروں کے بعد یا دورانِ سفر تراشتے ہیں یا تخلیقی اُفتادِ طبع کے باعث انھیں معرضِ وجود میں آنے کا موقع دیتے ہیں۔

فارغ بخاری نے اپنے خاکوں میں اہلِ قلم کے لطائف کو بھی نمایاں جگہ دی ہے۔اپنے دوست اور"ادب لطیف" کے مدیر مرزا ادیب کا خاکہ لکھتے ہوئے ایک لطیفہ یوں بیان کیا ہے:

> "ہاں آغازِ سفر کا لطیفہ سنانا تو میں بھول ہی گیا۔ ہوائی اڈے پر میں نے محسوس کیا کہ مرزا صاحب تھوڑی دیر کے بعد غائب ہو جاتے ہیں۔تین چار دفعہ وہ یہ حرکت کر چکے تو میں نے پوچھا "حضرت یہ آپ گھڑی گھڑی کہاں چلے جاتے ہیں" شرماتے ہوئے بولے۔باتھ روم" لیکن بار بار کیوں ---کیا کوئی تکلیف ہے---بولے،نہیں تکلیف تو کوئی نہیں، احتیاطاً جا رہا ہوں کہ جہاز میں کہیں ضرورت پڑی تو کیا ہوا--- یہ سن کر ہم ان کی سادگی پر ہنستے ہنسے لوٹ پوٹ ہوگئے۔دراصل مرزا صاحب کا یہ پہلا ہوائی سفر تھا۔ان کا خیال تھا کہ جہاز میں ٹائلٹ کا کیا کام---خیر میں نے انھیں سمجھایا کہ اوپر سب انتظام ہے، چنتا نہ کیجیے، تب کہیں جا کر

انھیں اطمینان ہوا۔" (۳)

خاکہ نگاری کے لیے ایک ضروری عنصر موضوع خاکہ کی عادات واطوار کا ذکر ہوتا ہے، جن سے ان کی زندگی دلچسپیوں کا پتہ چلتا ہے اور یہ اندازہ ہوتا ہے کہ وہ اپنی عام اور روزمرہ زندگی میں کسی واقعے پر ردعمل کا اظہار کرتے ہوئے کس نوع کا رویہ اختیار کرتا ہے۔ اس کے رہن سہن کا قرینہ کیا ہے اور دوستوں کے ساتھ تعلقات میں کن باتوں کا خیال رکھتا ہے اور کن باتوں کو نظر انداز کرتا ہے۔ اس سلسلے میں فارغ بخاری نے ایک زیرک قلم کار ہونے کا ثبوت دیا ہے۔ قتیل شفائی کے بارے میں ان کی ایک عادت کو بڑے عمدہ انداز میں بیان کیا ہے:

> "اپنی پسند، ناپسند کو بڑی شائستگی اور فنکاری سے دوسروں پر ٹھونسنے میں قتیل بڑا ماہر واقع ہوا ہے۔ جن دنوں اعلیٰ کوالٹی کے سگریٹ پیتا تھا، کہیں درمیانہ قسم کے سگریٹ پیتا دیکھ کر کہتا، بھائی سگریٹ کم پیؤ اور اچھے پیؤ، گھٹیا سگریٹ سے جان کو روگ لگا بیٹھو گے۔" پھر ہماری طرح کے سگریٹ پینے لگا تو ہم نے پوچھا کیوں بھئی تم تو ایسے سگریٹ پینے سے منع کرتے تھے اب خود ہی ان پر آگئے۔" تو مسکرا کر بولا "یار سچ پوچھو تو سگریٹ سب کے سب ایک ہی چیز ہیں، صرف اچھی پیکنگ کر کے اور اچھی برانڈ کا نام دے کر لوگوں کی جیبوں پر ڈاکہ ڈالا جاتا ہے۔ غور سے دیکھو تو وہی تمباکو، وہی نشہ، وہی ذائقہ، یہ اچھے برے کا فرق ہمیں بے وقوف بنانے کے لیے رکھا گیا ہے۔ پھر ہم بے وقوف کیوں بنیں اور اپنی محنت کی کمائی کیوں ضائع کریں۔" (۴)

عادات واطوار کے ساتھ ساتھ فارغ بخاری نے اپنے خاکوں میں مزاج اور افتادِ طبع کی تصویر بھی کھینچی ہے۔ اس اعتبار سے یہ کہنا بجا ہے کہ

> "فارغ بخاری نے اپنے خاکوں میں فطرت شناسی بلکہ نفسیاتی کیفیات کے ادراک وفہم کا پورا ثبوت دیا ہے۔" (۵)

شخصی مرقع کشی میں ظاہری تصویر کے ساتھ ساتھ سیرت، کردار اور بطور خاص مزاج کے بارے میں آگاہی ایک ناگزیر عنصر ہوتا ہے۔ یوں خاکہ نگار خارجی تصویر ہی نہیں بلکہ داخلی عکس بندی بھی کرتا ہے۔ فارغ بخاری کے موضوعات میں مزاج شناسی کا پہلو کئی ایک منفرد پیرایوں میں دکھائی دیتا ہے۔ اس سلسلے میں انہوں نے سجاد ظہیر کے مزاج کی تصویر کشی یوں کی ہے:

> "وہ مرنج مرنجاں طبیعت کے مالک تھے لیکن اصولوں کے معاملے میں ذرا بھر لچک نہیں رکھتے تھے۔ آخر وقت تک اپنے آدرش پر نہایت سختی سے ڈٹے رہے۔ متعدد بار قید و بند کے علاوہ گوناگوں مصائب نہایت خندہ پیشانی سے برداشت کرتے رہے، اپنے ساتھیوں کے لیے ان کی قوتِ برداشت اور حوصلہ مندی مثالی تھی۔ مشکل سے مشکل حالات میں بھی شاید ہی کسی نے انھیں مغموم دیکھا ہو۔

> میں بتا چکا ہوں کہ وہ اپنے اونچے خاندان کے ان افراد میں سے تھے جو منہ میں سونے کا چمچہ لے کر پیدا ہوتے ہیں لیکن انھوں نے ہوش سنبھالتے ہی سونے کا چمچہ پھینک کر درانتی اور ہتھوڑا سنبھال لیا۔ انھیں زندگی کی تمام تر سہولتیں میسر تھیں لیکن اپنے آدرش کے لیے سب آرام و آسائش تج کر محنت کش طبقے میں اس طرح گھل مل گئے جیسے اسی طبقات سے ہوں۔ وہ گنتی کے ان چند رہنماؤں میں سے تھے جنھوں نے نہ صرف زبانی طور پر اپنے طبقے سے بغاوت کی بلکہ دل کی گہرائیوں سے عوامی زندگی کو اپنایا۔" (٦)

احمد فراز، اردو دنیا کے مقبول ترین شعرا میں شمار ہوتے ہیں۔ اُن کا تعلق خیبر پختونخواہ کے ضلع کوہاٹ سے تھا مگر اُن کا زیادہ تر قیام پشاور میں رہا، یوں وہ فارغ بخاری کی قربت میں بھی رہے اور فارغ کو انھیں بہت قریب سے دیکھنے کا موقع ملا۔ وہ احمد فراز کے بارے میں ایک خامی کی طرف یوں اشارہ کرتے ہیں:

> "فراز اپنی تمام تر خوبیوں کے باوجود کانوں کا کچا ہے۔ بعض فتنہ پرداز عناصر نے اکثر اوقات اسے ہمارے خلاف بھڑکایا اور وہ بے نام بدگمانیوں کو دل میں پالتا رہا، لیکن ہم نے اسے ہمیشہ اپنا عزیز سمجھا کہ وہ ہمارا ہی لگایا ہوا پودا ہے اور اسے پھلتا پھولتا دیکھ کر ہم نے ہمیشہ حقیقی خوشی محسوس کی ہے۔" (٧)

فارغ بخاری نے اپنے خاکوں میں جس نوع کی عمدہ شخصی مرقع کشی کی ہے، اُس کے تناظر میں ڈاکٹر سلیم اختر نے فارغ بخاری کی خاکہ نگاری پر تبصرہ کرتے ہوئے درست لکھا ہے کہ

> "فارغ بخاری نے اگرچہ یہ خاکے اپنے دوستوں پر لکھے ہیں لیکن ان کی خامیوں سے چشم پوشی نہ کی۔" (٨)

شاعروں، ادیبوں کی شخصیت کے بیان میں ان کے نظریات کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ نظریات، ادیبوں کی شخصیت کا جزو لاینفک ہی نہیں بلکہ شخصیت کی تعمیر میں بنیاد کی طرح ہوتے ہیں۔ انھی سے ان کی افتادِ طبع کی تشکیل ہوتی ہے۔ انھی سے ان کے مزاج اور رجحانات کا تعین ہوتا ہے اور انھی سے ان کے ادبی معیارات کا اندازہ ہوتا ہے۔

فارغ بخاری کے خاکوں میں جہاں خارجی و داخلی اوصاف کی مرقع کشی کی ہے، وہاں نظریات کو تصویر کشی کو بھی نظر انداز نہیں کیا۔ حمزہ شنواری کے خاکے میں لکھتے ہیں:

> "ایک دفعہ میں نے حمزہ خان سے ایک ادبی انٹرویو لیتے ہوئے پوچھا ان دنوں جو "ادب برائے ادب"، "ادب برائے زندگی"، "خالص ادب" اور "اسلامی ادب" کی اصطلاحیں چل رہی ہیں۔ ان میں سے آپ کس قسم کے ادب کو کارآمد اور مفید سمجھتے ہیں۔ اس کے جواب میں انھوں نے کہا "یہ سب اصطلاحیں بے معنی اور افراط تفریط کا نتیجہ ہیں دراصل دنیا کا کوئی ادب بھی زندگی سے جدا ہو نہیں سکتا۔" (٩)

حمزہ شنواری پشتو شاعری کے جدید کلاسیک میں شمار ہوتے ہیں ۔اُن کے نظریہ ادب کے تناظر میں عوامی ادب کے متعلق خود فارغ بخاری کی یہ رائے ہے کہ:

> ''ہمیں ایسا ادب تخلیق کرنا چاہیے جسے سمجھ سکیں اس کے لیے ضروری ہے کہ زبان سادہ اور خیالات بلند ہوں۔''(۱۰)

خاکہ نگاری میں کسی شاعر، ادیب کے کلام یا نثر پاروں کے تنقیدی جائزے کی نہ تو ضرورت ہوتی ہے نہ گنجائش۔اس سلسلے میں فارغ بخاری نے بھی احتراز کیا ہے، لیکن بعض مقامات پر خصوصاً شاعروں کے خاکے میں تنقید کا عنصر بھی در آیا ہے۔اگرچہ فارغ نے اس سلسلے میں تفصیل میں جانے سے خود کو بچایا ہے۔

فارغ بخاری کے خاکوں میں بعض مقامات پر اہل قلم کے مزاجوں کے موازنے کا عنصر بھی دیکھا جا سکتا ہے۔ مثلاً ایک مشاعرے میں فیض صاحب کو مدعو کیا گیا اور وہ بغیر کسی تامل کے تشریف لائے اور بعد ازاں انھوں نے مشاعرہ قبول کرنے سے بھی انکار کر دیا۔دوسری طرف حفیظ نے ایک مشاعرے کا معاوضہ بھی بھاری لیا اور پروٹوکول کے سلسلے میں بھی بڑی حساسیت کا مظاہرہ کیا تو فارغ بخاری دونوں شخصیتوں کا تقابل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ''حفیظ تو شاہ نامہ اسلام کا، پاکستان کے ترانے کا خالق ہے اور یہ ایک سوشلسٹ، ملحد شاعر ہے لیکن دونوں کے کرداروں میں کتنا فرق ہے۔شاعر اسلام کتنا بونا اور یہ کافر کتنا قد آور ہے۔کتنا عظیم ہے۔''(۱۱)

فارغ بخاری کا یہ جملہ طنزیہ ہے لیکن مجموعی طور پر خاکوں میں انھوں نے اس رویے کی زیادہ حوصلہ افزائی نہیں کی۔ان خاکوں میں طنز و تعریض کے مقامات بہت کم آئے ہیں۔

خاکہ نگاری کے لیے خاکہ لکھنے والے کو توازن کا بہر حال خیال رکھنا پڑتا ہے۔اس سلسلے میں فارغ بخاری کا قلم کسی انتہا کو چھوتا ہوا نظر نہیں آتا۔انھوں نے جن شخصیات کے خاکے لکھے ہیں ان میں توازن کا عنصر نمایاں ہے۔

فارغ بخاری کے خاکوں میں جرأت اظہار بھی واضح ہے لیکن بعض شخصیات پر لکھتے ہوئے وہ ان کی ذات سے متاثر ضرور دکھائی دیتے ہیں۔اس حوالہ سے خاطر غزنوی کا تجزیہ غلط نہیں کہ

> ''ندیم، فیض اور ریطرس کے خاکوں میں فارغ ایک مرعوب مرید لگتے ہیں۔''(۱۲)

مذکورہ شخصیات سے مرعوب ہونے کی وجہ ان کی ادبی قامت بھی ہے اور ان کی سیرت و کردار کی وہ عظمت بھی جسے فارغ بخاری محسوس کرتے ہیں۔ فارغ بخاری کے خاکوں میں جہاں کامیابی کا عنصر ہے وہاں بعض ایسے پہلو بھی ہیں جن کے باعث یہ خاکے قدرے کمزور دکھائی دیتے ہیں۔

ان خاکوں میں سب سے بڑا کمزور عنصر تو یہ ہے کہ ان میں سے کہیں بھی کسی بھی شخصیت کے خد و خال نہیں بیان کیے گئے۔کسی خاکے کو پڑھ کر قاری، موضوع خاکہ کے مزاج، کردار اور کارناموں سے تو آگاہ ہوتا ہے لیکن اس کے چہرے کے نقوش اور پیکر کے خد و خال سے واقف نہیں ہوتا۔

دوسری کمزوری یہ ہے کہ ان خاکوں میں واقعات کی بھرمار ہے اور بعض واقعات کی تفصیل بھی موجود ہے، جو

چند مقامات پر ناگوار بھی گزرتی ہے۔

خاکہ نگاری کے لیے یہ بہت ضروری ہے کہ خاکہ نگار نے موضوع خاکہ کو بڑی قریب سے دیکھا ہوا اور اس کی عادات و اطوار اور مزاج سے ذاتی طور پر واقف ہو۔ فارغ بخاری نے جن شخصیات پر خاکے لکھے ہیں۔ بیشتر شخصیات فارغ کے حلقہ احباب میں تھیں اور فارغ انھیں بہت قریب سے جانتے تھے، لیکن اس تناظر میں جب ہم بطرس بخاری کا خاکہ پڑھتے ہیں تو ایک خلا نظر آتا ہے۔ اس خاکے کو پڑھ کر کہیں بھی نہیں لگتا ہے کہ فارغ کی بطرس سے کبھی ملاقات ہوئی ہو یا انھیں کبھی دیکھا ہو۔

بطرس بخاری پر لکھا گیا خاکہ بطرس کے بارے میں توصیفی روایات اور کتابوں میں فراہم کی گئی معلومات پر مبنی ہے۔ اس لحاظ سے یہ ایک کمزور پہلو ہے کہ جب کسی شخصیت سے کوئی کھل کر ملاقات ہی نہ ہوئی تو اس کا خاکہ کیسے لکھ لیا۔

خاکہ نگار کو یہ احتیاط بہر حال برتنی چاہیے کہ وہ موضوع خاکہ کے بارے میں مبینہ معلومات کا اظہار نہ کرے تاکہ اس کی شخصیت کے سلسلے میں کوئی اشتباہ نہ پیدا ہو۔ فارغ بخاری نے مرزا محمود سرحدی کے خاکے میں لکھا ہے۔

> ''وہ فوج کی ملازمت کی قید برداشت نہ کر سکے تو پاگل پن کا روپ دھار لیا لیکن پاگل خانہ پہنچ کر ماحول کے اثر نے سچ مچ پاگل بنا دیا۔''(۱۳)

مرزا محمود سرحدی نے جلیل حشمی کے نام ایک خط میں فارغ بخاری کے اس بیان کی تردید کرتے ہوئے لکھا ہے۔

> ''مجھے واقعی دماغی عارضہ ہو گیا تھا اور میں کراچی کے دماغی ہسپتال میں ایک عرصہ شدید طور پر اس مرض میں مبتلا رہا۔۔۔جن صاحب نے میرے بارے میں یہ لکھا ہے کہ میں نے گلوخلاصی کے لیے خود کو دماغی ہسپتال میں داخل کیا تھا اسے سب سے پہلے یہ سوچنا چاہیے کہ آیا کوئی شخص اگر ایسا کرنا چاہے تو کامیاب ہو سکتا ہے؟ اور اگر کامیاب ہو سکتا ہے تو کب تک۔ دو دن، چار دن، نہ کہ پورے تین سال۔'' (۱۴)

فارغ بخاری نے خاکوں میں مذکورہ چند خامیوں سے قطع نظر، فن خاکہ نگاری اور اس کے تقاضوں سے آگاہی کا عنصر موجود ہے، جسے بروئے کار لا کر انھوں نے اپنی قریبی شخصیات، دانشوروں اور اہل قلم کے عمدہ خاکے لکھے ہیں۔ جن میں ان کے مزاج، عادات و اطوار، تنقیدی، رجحانات، میلانات اور ان کے ادبی کارناموں کی داستان بڑے کامیاب انداز میں مصور کی ہے۔ فارغ بخاری کے یہ خاکے اوراق مصور ہیں جن میں بڑے اذہان اور منفرد تخلیق کاروں کی آبدار تصویریں ہیں۔

اپنے رواں دواں اسلوب کے باعث فارغ نے اپنے خاکوں میں شخصیات کی تصاویر کھینچتے ہوئے دلچسپی کا عنصر برقرار رکھا ہے اور قاری انھیں پڑھتے ہوئے تحریر اور تصویر کا لطف ایک ساتھ اٹھاتا ہے۔

حوالہ جات:

۱۔ ابوالاعجاز حفیظ صدیقی، **کشافِ تنقیدی اصطلاحات**، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ۱۹۸۵ء، ص ۱۴۶

۲۔ فارغ بخاری "البم" فنون، پبلشرز لاہور ۱۹۷۸ء ص ۷۶

۳۔ ایضاً، ص ۹۸

۴۔ ایضاً، ص ۱۰۴

۵۔ بادشاہ منیر بخاری، مضمون "صوبہ سرحد میں خاکہ نگاری" مشمولہ **اخبار اردو** (اپاکستان میں اردو) ۲۰۰۳ء ص ۷۷

۶۔ "البم"، ص ۴۵

۷۔ ایضاً، ص ۹۶

۸۔ ڈاکٹر سلیم اختر، **اردو ادب کی مختصر ترین تاریخ**، سنگ میل لاہور، ۲۰۰۰، ص ۱۷۰

۹۔ "البم"، ص ۹۶

۱۰۔ ایضاً، ص ۲۰

۱۱۔ ایضاً، ص ۴۸

۱۲۔ خاطر غزنوی، **البم** (از فارغ بخاری) یونیورسٹی بک ایجنسی، پشاور س۔ن

۱۳۔ "البم"، ص ۴۶

۱۴۔ مرزا محمود سرحدی کا مکتوب بنام جلیل ہاشمی، مطبوعہ **مرزا محمود سرحدی۔ شخصیت و فن**، (از خاطر غزنوی)
مکتبہ کتاب کار، پشاور، ۱۹۸۳ء، ص ۷۸